غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات کے قرآنی اصول: ایک تجزیاتی مطالعہ

Quranic Principles of Social Relations with Non-Muslims

Hafiz Muhamamd Abid Nu'man
PhD Scholar, Faculty of Arabic and Islamic Studies , Allama Iqbal Open University, Islamabad;nomeyy87@Yahoo.com
Ahmad Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Thought, Allama Iqbal Open University, Islamabad.;prof.ahmedraza@gmail.com

Abstract

Islam prefers communication among all human beings on the basis of humanity, brotherhood, mutual sympathy, justice, equality, peace and security, despite differences of religions and encourages the adoption of various aspects of social relations. The comprehensive policy in Islam is to declare full rights to non-Muslims and hence people subscribing to other religions were assigned full civic rights by the teaching of Quran and though the application of Prophet Muhammad (Peace be upon him).In Quran there are several primary rights for non-muslims which can be found in international human rights law. In this article, the teaching of quran about non-muslims are presented in research style explaining the Quranic principles and rules of social relations with non-muslims, so that harmony, peace and respect can be promoted in society
Keywords: Quranic Principles, Non-Muslims, Society, Minorities.

دینِ اسلام جملہ انسانوں کے درمیان ادیان و مذاہب کے اختلاف کے باوجود انسانیت، اخوت، باہمی ہمدردی، عدل و مساوات اور امن و سلامتی کی بنیادوں پر ربط و تعلق کو پسند کرتا ہے، اور معاشرتی روابط کے متعدد پہلوؤں کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اسلام میں عمومی حکمتِ عملی یہ ہے کہ غیر مسلموں کو مکمل حقوق کی ضمانت دی جائے اور اسی وجہ سے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو قرآنی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق مکمل شہری حقوق دیئے جائیں۔اسلام میں غیر مسلموں کے ایسے بنیادی حقوق موجود ہیں جو آج انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون میں بھی درج کیے گئے ہیں۔اس مقالہ میں قرآنی تعلیمات اور غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کو تحقیقی اسلوب میں پیش کیا گیا ہے تاکہ معاشرے میں، ہم آہنگی، امن و آشتی اور عزت کو فروغ دیا جاسکے۔

معاشرت سے مراد دنیا میں رہنے سہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤاور سلوک کرنے کے اصول ہیں۔ان میں سے بعض کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے اور بعض کا تعلق اجتماعی زندگی سے جبکہ بعض کا تعلق دونوں سے ہے۔اسلام میں معاشرت کی تعلیم بے مثال ہے۔اس سے جہاں ایک مسلمان کو قربِ خداوندی نصیب ہوتاہے وہاں معاشرے کاہر ہر فرد بھی راحت اور سکون میں زندگی بسر کرتا ہے۔اسلام ایک ہمہ گیر اور آفاقی مذہب ہے۔اسلام فطرت اور انسانیت کا مذہب ہے جس میں نہ علاقائیت کا حصار ہے اور نہ سلطنت کی تحریر،نہ قومیت کی وبا ہے نہ نسل پرستی کا مرض۔اسلام احترام انسانیت کا قائل ہے اور انسانیت کی بنیاد پر بنی نوع انسان کے تحفظ وبقاء کی پر زور تائید کرتا ہے۔قرآن کی سورۃ الحج میں اس تصور کی ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے کہ معاشرہ کیسا ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾[1]

(بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام)

اس قرآنی تصور سے ایک ایسا معاشرہ بنانے کی جانب راہ کھلتی ہے کہ جہاں معاشرے کے بنیادی تصور کے مطابق تمام افراد کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر ہوں اور ذہنی آسودگی بھی حاصل ہو اور کسی بھی انسانی معاشرے کو اس وقت تک ایک اچھا معاشرہ نہیں کہا جاسکتا کہ جب تک اس کے ہر فرد مساوی انسان نا سمجھا جائے اور ایک کمزور کو بھی وہی انسانی حقوق حاصل ہوں جو ایک طاقتور کے پاس ہوں اسلام کی پوری تاریخ انسانیت کے احترام اور اس کے حقوق کی رعایت اور انسانی اقدار کی حفاظت سے معمور ہے اولاد آدم کی تکریم و تعظیم اور احترام انسانیت کے حوالے سے ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے قرآن مجید کی درج ذیل آیت دستوری حیثیت رکھتی ہیں ، جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ربط و تعلق کے بہت سے حساس گوشوں کو واضح کرتی ہیں ، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[1]۔سورۃ الحج 41:23

Al-Qur'ān, 23:41

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَO إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[2]

(اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔)

مراد یہ ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا، مسلمانوں کا مطلوب رویہ ہے، خواہ وہ کفار ہوں یا مشرکین، یعنی کفر و شرک ترک تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ظالمانہ رویہ اور عداوت کی وجہ سے، دوستی اور خفیہ تعلقات کی ممانعت ہے، وہ کفار جو مسلمانوں جو مسلمانوں کے ساتھ سرگرم ظلم و عداوت نہیں ہیں ان کے ساتھ نہ یہ کہ صرف عدل و انصاف کا حکم دیا جارہا ہے بلکہ اس کے علاوہ ان کے ساتھ خیر خواہی، ہمدردی اور احسان کا معاملہ کرنے کی ترغیب بھی ہے اور جو کفار مسلمانوں کی مخالفت اور شدید عداوت کے درپے ہیں ، ان کے ساتھ صرف دوستی اور رازدارانہ معاملہ رکھنے کی ممانعت کی ہے، عدل و انصاف کی ہر گز ممانعت نہیں ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اس آیت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس میں حصر ہے، اس کا زور ''أن تولوا'' پر ہے، یعنی ممنوع جو چیز ہے وہ ''تولی'' یعنی ان کفار کو دوست اور کارساز بنانا ہے نہ کہ ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنا ہے، رہا عدل و قسط کا معاملہ تو اس کی بنیاد قانون، معاہدے اور معروف پر ہوتی ہے، اس میں کافر و مومن دوست و دشمن کے امتیاز کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، قانون اور معاہدے کا جو تقاضا ہو وہ بہرحال پورا کرنا ہوگا اس سے بحث نہیں کہ معاملہ دوست کا ہے یا دشمن کا۔“[3]

---

[2]۔ سورۃ الممتحنہ 40:9-8

Al-Qur'ān, 40:8-9

[3]۔ اصلاحی،امین احسن، تدبر قرآن، مکتبہ جدید پریس، لاہو، ۱۹۷۹ء، ج7، ص:335

Amīn Ahsan Islāhī, Tadabbur Qur'ān, Jadīd Press, Lahore, Vol. 7 , P.335

علامہ غلام رسول سعیدی اسی آیت کے تحت اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذمی کافروں اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی برتاؤ کرنا، خرید و فروخت، قرض کا لین دین، بیمار پرسی اور تعزیت وغیرہ کرنا جائز ہے البتہ مرتدین سے کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔[4]

اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کے حقوق کو کتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

ألا من ظلم معاهدا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة[5]

(خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (غیر مسلم) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اسکی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اسکی طرف سے جھگڑوں گا۔)

یہ صرف ایک تنبیہ ہی نہیں بلکہ ایک قانون ہے جو حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں اسلامی مملکت میں جاری تھا۔ جس پر بعد میں بھی عمل درآمد ہوتا رہا۔ اب بھی یہ اسلامی دستور مملکت کا حصہ ہے۔

اقلیات سے معاشرتی تعلقات کے قرآنی اصول:

1۔ رواداری:

رواداری فارسی زبان کا لفظ ہے جو دو لفظوں "روا" اور "داری" سے مرکب ہے۔ روا کا مطلب ہے جائز، مناسب جبکہ داری کا مطلب ہے ملحوظِ خاطر رکھنا۔ رواداری اور ہم آہنگی مترادف الفاظ ہیں۔ انگریزی زبان میں اسے (condescending) اور (Tolerance) بھی کہتے ہیں۔[6]

مولانا مودودی رواداری کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اپنے مشہور زمانہ تصنیف تفہیمات میں لکھتے ہیں:

---

[4]۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ج2، ص108

Ghulām Rasūl Sa'īdī, Tibyān al-Qurān, Farīd Book Stāl, Lahore, Vol. 2 , P.108

[5]۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والفیئ والامارۃ، باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، المکتبۃ العصریہ، بیروت، رقم الحدیث:3052

Abū Dawūd, Sulaymān b. Ashaṯh, al-Sunan, Maktaba Al-Asariya, Beirut, 3052

[6] Kitabistan New Millennium Dictionary, B.A.Qureshi,Kitabistan Publishing co., P34

"رواداری" کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ، ان کو ہم برداشت کریں، ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو ، اور انہیں ان کے اعتقاد سے پھیرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لیے زبردستی کا طریقہ اختیار نہ کریں۔اس قسم کے تحمل اور اس طریقے سے لوگوں کو اعتقاد و عمل کی آزادی دینا نہ صرف ایک مستحسن فعل ہے ، بلکہ مختلف الخیال جماعتوں میں امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔لیکن اگر ہم خود ایک عقیدہ رکھنے کے باوجود محض دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے مختلف عقائد کی تصدیق کریں، اور خود ایک دستور العمل کے پیرو ہوتے ہوئے دوسرے مختلف دستوروں کا اتباع کرنے والوں سے کہیں کہ : آپ سب حضرات برحق ہیں، تو اس منافقانہ اظہارِ رائے کو کسی طرح "رواداری" سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔مصلحتاً سکوت اختیار کرنے اور عمداً جھوٹ بولنے میں آخر کچھ تو فرق ہونا چاہیئے۔[7]

دین اسلام کی آفاقی تعلیمات کے مطابق اللہ پاک کی ساری مخلوق (بشمول چرند، پرند) ایک کنبہ ہے اور سب کے ساتھ بھلائی کا حکم ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الخلق كلهم عيال الله فأحب الخلق إلى الله أنفعهم لعياله [8]

(ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پیاری وہ مخلوق ہے، جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔)

اسلام سارے انسانوں کو انسانیت کے رشتہ سے بھائی مانتا ہے اور ان کو بھائیوں کی طرح باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

7۔سید مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیمات ،اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ج1، ص109-110

Syed Maūdūdī, Tafhīmāt, Islamic Publications private, Vol. 1 , P.109-110

8۔امام ابوالقاسم، سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1415ھ، رقم ٣٣٠٠١

Tabarānī, Sulaymān bin Ahmad Tabrānī,Al-mu’jam Al-kabīr, Ehyā al-Turāth Arabī, Beirut, Hadith: 33001

لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا إخوانا[9]

(ایک دوسرے سے تعلقات نہ توڑو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے ایسے بندے بن جاؤ جو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

اس لیے اس کی رحمت و شفقت کا دائرہ کسی خاص قوم یا طبقے تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں مطلقاً عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[10]

(بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کے سائے میں ہی انسان زندہ ہے۔ اس لیے اس کریم ہستی کا مطالبہ حضرت انسان سے بھی یہی ہے کہ اے حضرت انسان! دوسروں پر اسی طرح احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل و کرم کی بارش کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ [11](احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا)

اسلام کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے دوسرے مذاہب اور ان کے پیروکاروں سے متعلق مسلمانوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کی۔ جس کی بناء پر ان کے دلوں میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور وسعت نظری پیدا ہوئی۔ دین اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب ایک دوسرے کی تکذیب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتے تھے اور مذہبی اعتبار سے آج تک سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

9۔ مسلم، مسلم بن حجاج، الصحیح، مکتبہ البشریٰ، الطبعۃ الجدید، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھی عن التباغض والتحاسد والتدابر، رقم الحدیث:6539

Muslim, Muslim b.Hajjāj, al-Sahīh, Maktaba al-bushrā, Karāchī, 6539

10۔ سورۃ النحل16:90

Al-Qur'ān, 16:90

11۔ سورۃ القصص28:77

Al-Qur'ān, 28:77

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ﴾[12](اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں)ہندوؤں کی طرف دیکھا جائے تو وہ دوسرے مذاہب کو مذہب کا درجہ ہی نہ دیتے تھے۔اہلِ فارس میں احساس برتری عروج پر تھا۔ اسلام نے اس نفرت اور تکدر کی فضا میں اعلان کیا کہ کوئی قوم اللہ کی رحمت سے دور نہیں۔رب العالمین نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾[13] (ہر قوم کے ہادی ہیں)

اسلام دیگر مذاہب کے مقابلہ میں سب سے زیادہ رواداری کا حامل ہے۔یہ دین میں زبردستی کا قائل ہرگز نہیں۔اہلِ حکم کو بالعموم اور مسلم مبلغین کو بالخصوص حکم دیا گیا ہے:﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[14] (کچھ زبردستی نہیں دین میں۔) اسلام کی رواداری اظہر من الشمس ہے کہ یہ دوسرے مذاہب کے باطل معبودوں کو بھی برا کہنے سے روکتا ہے۔اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾[15] (اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں)

2۔حقِ انصاف:

اسلام کے اولین دور میں اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سے رہا۔یہ تینوں اسلام اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ اس کے باوجود اسلام نے ان کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کیا۔یہود کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم قرآن میں موجود ہے:۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

---

[12] ۔سورۃ البقرۃ 113:2

Al-Qur'ān, 2:113

[13] سورۃ الرعد 7:13

Al-Qur'ān, 13:7

[14] ۔سورۃ البقرہ 256:2

Al-Qur'ān, 2:256

[15] ۔سورۃ الانعام 108:6

Al-Qur'ān, 6:108

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[16]

(اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں)

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں مختلف مفسرین کی تفسیری آراء ذکر کرنے کے بعد اپنا نقطہِ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں یہ کہتا ہوں جب قاضی کے سامنے مسئلہ پیش کرنے والے دو ذمی کافر یا حربی کافر ہوں تو قاضی پر واجب ہے کہ ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے۔ کیونکہ انہوں (قاضی) نے سلطان کی طرف سے یہ منصب اس لیے قبول کیا ہے کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اسی طرح جب ایک فریق مسئلہ قاضی کے سامنے پیش کرے، جبکہ مدعی علیہ مسلمان ہو یا ذمی ہو کیونکہ اسلام قبول کر کے یا اس کے احکام کے سامنے اطاعت کا اظہار کر کے شرع کے حکم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے مگر اس صورت میں مسئلہ مختلف ہو گا کیونکہ اس نے احکام اسلام اپنے اوپر لازم نہیں کیے مگر جب دو مسلمان یا دو ذمی یا دو حربی یا دو مختلف دین رکھنے والے افراد مسلمان قاضی کے علاوہ کسی اور مسلمان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کریں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ثالثی قبول کرنا اس پر واجب نہ ہو گی بلکہ اسے اختیار ہو گا چاہے ثالث بنے چاہے اعراض کرے۔"[17]

اس کی توثیق ہمیں جناب رسالت مآب ﷺ کے فرمان سے ملتی ہے:

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ امام ہو گا جو عادل اور خوش اخلاق ہو اور سب سے بری جگہ ایسا امام ہو گا جو ظالم اور جاہل ہو۔"[18]

غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے بنیادی اصول عدل و انصاف ہے۔ قرآن کریم میں ہر کس و ناکس کے ساتھ عدل کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

16۔ سورۃ المائدہ 42:5

Al-Qur'ān, 5:4

17۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ج3، ص124

Qāzī Sanāullah, Pānī Pattī, Tasfīr Maẓharī, Ziā al- Qur'ān Publications, Lahore,Vol.3 P.124

18۔ بیہقی، عبد اللہ بن حسین، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، باب فی طاعۃ اولی الامر، رقم الحدیث 7371

Bayhaqī, 'Abd Allah b. Husayn, Sho'b al-Imān, Dār al-kutob Ilmiyah, Beirut, Hadith: 7371

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[19]

(بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔)

دینِ اسلام ہر قسم کی ظلم و زیادتی کے خلاف ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو عدل و انصاف کا پابند بناتا ہے اور عدل و انصاف کی بنیاد پر ہی پورے معاشرے کی تعمیر چاہتا ہے۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں۔ عدل کا ہم معنی لفظ قسط ہے۔ قرآن لاریب میں ہے:

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ﴾[20] تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔)

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا، وِاذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾[21]

(ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو)

کتابِ لاریب کی اسی آیت میں بلا امتیاز مذہب یا قرابت داری کے سب کے ساتھ ناپ تول پورا کرنے اور معاشرے میں عدل کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرابت داری میں چونکہ عدل کرنا انتہائی مشکل امر ہے اس لیے اس کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ یہی بات اپنی ذات، والدین، رشتے دار اور امیر غریب کے حوالے سے ایک اور مقام پر زیادہ وضاحت اور احسن طریقے کے ساتھ یوں کہی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[22]

---

[19]۔ سورۃ النحل 90:16

Al-Qur'ān, 16:90

[20]۔ سورۃ الاعراف 29:7

Al-Qur'ān, 7:29

[21]۔ سورۃ الانعام 152:6

Al-Qur'ān, 6:152

[22]۔ سورۃ النسا 135:4

Al-Qur'ān, 4:135

(اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے)

مسلم یا غیر مسلم، اقلیت ہوں یا اکثریت انسانیت کے ناطے ان کو ظلم سے بچانا اور عدل و انصاف دلانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس لیے واضح حکم ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾[23]

(بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تم کہیں ایسے (بنی اسرائیل کی طرح) بے انصاف نہ بن جانا۔ خواہ کسی سے دوستی ہو یا دشمنی، بہر حال بات جب کہو انصاف کی کہو اور فیصلہ جب کرو عدل کے ساتھ کرو! عدل و قسط کے لئے بوجوہ طاقت کا استعمال بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔ سورہ الحدید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ﴾[24]

(بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اُتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے ہیں۔)

اسلام ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے۔ فرد اور ریاست دونوں کو اس کا پابند بناتا ہے ۔عدل و انصاف کے معاملے میں اس کے نزدیک دوست اور دشمن میں چنداں فرق نہیں ہے۔ وہ دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کی پابندی کو لازمی قرار دیتا ہے اور کسی حال میں بھی اس سے انحراف کی اجازت نہیں دیتا۔ اس بات کی وضاحت سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

---

[23]۔ سورۃ النسا 58:4

Al-Qur'ān, 4:58

[24]۔ سورۃ الحدید 25:57

Al-Qur'ān, 57:25

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[25]

(اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت (دشمنی) اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔)

تاریخِ اسلام میں مسلم اور غیر مسلم سے عدل و انصاف کی بے نظیر مثالیں موجود ہیں۔ اسلام نے قتل کی سزا قصاص رکھی ہے۔ یعنی جان کے بدلے جان۔ ایک مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو وہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔ ایک ذمی اگر ایک مسلمان کو قتل کر دے تو وہ بھی قتل کیا جائے۔ ایک مسلمان اگر ایک ذمی کو قتل کر دے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى﴾[26]

(تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔)

اگر مقتول کے ورثا بغیر کسی جبر و اکراہ کے دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں تو انہیں پوری دیت لینے کا حق حاصل ہے۔ امام قرطبی قرآن کی اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کافروں اور مسلمانوں کی دیت کی مساوات اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دیا تو ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا اور اس کے ورثا کو دیت دے دینا اور اگر تم میں اور کافروں میں کوئی عہد ہو تو مقتول کے ورثاء کو پوری دیت دی جائے گی۔"[27]

---

[25]۔ سورۃ المائدہ 8:5

Al-Qur'ān, 5:8

[26]۔ سورۃ البقرۃ 178:2

Al-Qur'ān, 2:178

[27]۔ قرطبی، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بنایۃ المسکین، بیروت، ج20، ص290

Qurtubī, Abū Abd Allah Muhammad b. Ahmad Qurtabī, Al- Jāmi' Lay Aḥkām al-Qur'ān, Binayah al-Miskīn, Beirut,Vol.20, P.290

آپ ﷺ کا چوری کی سزا نافذ کرتے وقت یہ فرمانا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ یہ بے لاگ انصاف کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں غیر مسلم کی جان کے تحفظ کے سلسلے میں خاص تاکید وارد ہوئی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"عن عبداللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال من قتل معاهداًلم یرح رائحة الجنة ان ریحها یوجد من مسیرة أربعین عاما"[28]

"عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی دوری سے محسوس ہو گی۔"

3۔ حق پناہ:

ایک مشرک آدمی بھی اگر پناہ مانگے تو قرآنی تعلیمات کے مطابق اسے پناہ دینا اور محفوظ مقام تک پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس سے بڑھ کر رواداری اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ﴾[29]

(اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔)

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر وھبہ زحیلی ایسے مفسرین کہ جن کے نزدیک یہ آیت "فا قتلوا المشرکین" سے منسوخ ہے، کارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا الحکم ثابت فی کل وقت، قال الحسن: هي محکمة إلى یوم القیامة[30]

---

[28]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ، باب اثم من قتل ذمیا، رقم الحدیث:3166
Būkhārī, Muhammad b. Ismā’īl, al-Sahīh ,Hadith̲ 3166

[29]۔ سورۃ التوبہ 6:9
Al-Qur’ān, 9:6

[30]۔ الزحیلی، الدکتور وھبہ، التفسیر المنیر، امیر حمزہ کتب خانہ، کوئٹہ، ج5، ص359
Al-ẕuhaylī, Dr.Wahba Zuhaylī, Al-Tafsīr AL-Munir,Amīr Hamza Kutub Khāna,Quetta,Vol.5, P.359

"(حقِ امان) یہ حکم ہر وقت کے لئے ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور قیامت تک کے لئے اس کا حکم ثابت ہے۔"

ڈاکٹر وھبہ زحیلی مذکورہ بالا آیت کی دینی اور سیاسی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والآية تفيد عموم حكم الأمان لأهداف دينية أو سياسية أو تجارية[31]

"اس آیت میں بیان ہونے والے حکمِ امان کا عمومی فائدہ یہ ہے کہ غیر مسلموں سے دینی، سیاسی اور تجارتی اھداف حاصل کیے جاسکیں۔"

4۔عدم تشدد:

دین اسلام کے بسرعت پھیلنے کا سبب اسلام کی عدم تشدد کی پالیسی تھی۔ صاحبِ قرآن ﷺ انتہائی لین خو اور نرم دل تھے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[32]

(تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔)

جناب رسالتمآب ﷺ اور آپ کے اصحاب نے تلوار کا استعمال دفاع ی، فتنہ دبانے کے لئے یا مظلموں کی دادرسی کے لئے کیا۔ مگر کبھی بھی کسی غیر مسلم کو مسلم بنانے کے لیے تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ قوت کے زور پر کسی کو مسلمان بنانا دراصل اس کو منافق بنانا ہے اور نفاق کی سزا کفر سے بھی زیادہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾[33]

(بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔)

---

[31]۔ ایضاً، ج5، ص460

Ibid, Vol.5, P.460

[32]۔ سورۃ آل عمران 159:3

Al-Qur'ān, 3:159

[33]۔ سورۃ النساء 145:4

Al-Qur'ān, 4:145

اس لیے اسلام تو خیر خواہی کا دین ہے اور پیغمبر اسلام رحمۃ اللعالمین ہیں۔ قرآن کریم نے واضح الفاظ میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

﴿لا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾[34] (کچھ زبردستی نہیں ہے دین میں۔)

اور پیغمبر اسلام ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچادینا ہے حساب لینا نہیں ہے:

﴿فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ﴾[35]

(بہر حال تم پر تو صرف پہنچانا (تبلیغ) ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ۔)

﴿لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ﴾[36] (تم کچھ ان پر کڑوڑا (نگہبان) نہیں۔)

تاریخ شاہد ہے کہ ہادیِ برحق ﷺ نے کبھی کسی ایک شخص کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا۔

5۔امن و آشتی:

نوعِ انسانی میں جناب آدم کے بیٹے قابیل سے لے کر اب تک امن و امان کی ضرورت و اہمیت کو شدت سے محسوس کیا گیا ہے۔ انسانی تاریخ کا کوئی بھی عہد امن کی طلب سے خالی نہیں رہا۔ فساد و تشدد کا پوداازخود نہیں اُگتا بلکہ اس میں اپنی کارستانیاں کارفرما ہوتی ہیں۔ جس کی طرف قرآن حکیم نے یوں اشارہ کیا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ﴾[37]

(چمکی خرابی خشکی اور تری میں اُن برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں۔)

34۔ سورۃ البقرہ 2:256

Al-Qur'ān, 2:256

35۔ سورۃ الرعد 13:40

Al-Qur'ān, 13:40

36۔ سورۃ الغاشیہ 88:22

Al-Qur'ān, 88:22

37۔ سورۃ الروم 30:41

Al-Qur'ān, 30:41

اسلام نے امن و امان اور صلح و آشتی کو بڑی اہمیت دی ہے۔ حکم ربانی یہی ہے کہ اگر دشمن مصالحت اور جنگ بندی کے لئے آمادہ ہو تو خدا کے بھروسہ پر مصالحت کرلی جائے۔ تاکہ جنگ کی فضا ختم ہو اور اس کے لامتناہی نقصانات سے بچا جاسکے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ-اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾[38]

(اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہی ہے سنتا جانتا۔)

بسا اوقات دشمن صلح کی آڑ میں جنگ چاہتا ہے۔ اس حوالے سے یہاں تک فرمایا کہ اگر صلح کے نام پر دشمن فریب بھی دینا چاہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صلح کی پیشکش کا خیر مقدم کرنا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ سورۃ الانفال میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾[39]

(اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو بے شک اللہ تمہیں کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔)

6۔ فلاحِ انسانیت:

پیغمبر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت تا قیامت آنے والے سب انسانوں کے لئے ہے۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿قُل يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾[40]

(آپ فرماؤ! اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔)

سورۃ آل عمران میں امت محمدیہ ﷺ کے قابل سپوتوں کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[38]۔ سورۃ الانفال 61:8

Al-Qur'ān, 8:61

[39]۔ سورۃ الانفال 62:8

Al-Qur'ān, 8:62

[40]۔ سورۃ الاعراف 158:7

Al-Qur'ān, 7:158

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[41]

(تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں ۔)

محبوب کریم ﷺ کا تعارف، اللہ رب العزت نے اس انداز سے کروایا ہے:

﴿لَقَد جَاءَكُم رَسُولٌ مِّن انفُسِكُم عَزِيزٌ عَلَيهِ مَا عَنِتُّم حَرِيصٌ عَلَيكُم بِالمؤمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[42]

(بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔)

اسلام نے انسانوں کی ذہنی و قلبی مشکلات حل کرنے اور اخلاقی برائیوں کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے رنج و غم کو سکھ اور مسرت میں بدلنے کے لئے نیکی کا ایک جامع پروگرام دیا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر جسے اپنا کر انسانیت فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾[43]

(اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیز گار ہیں)

[41]۔ سورۃ آل عمران 110:3

Al-Qur'ān, 3:110

[42]۔ سورۃ التوبہ 128:9

Al-Qur'ān, 9:128

[43]۔ سورۃ البقرہ 177:2

Al-Qur'ān, 2:177

اس آیت کریمہ میں مفصلاً نیکی اور دین داری کا تصور بیان کیا گیا ہے۔ اس میں جہاں ایمانیات، عبادات اور اخلاقی اصولوں کا تذکرہ ہے وہاں انسانی فلاح و خدمت، ان کے دکھ درد میں شرکت اور ان کی حاجت روائی کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ یہی چیز دینِ اسلام کی روح، اس کا خمیر اور جوہر ہے۔ یہی وہ جوہر ہے مشرکین مکہ کی زندگیوں سے نکل چکا تھا اور وہ انسانی فلاح و خدمت کے جذبے سے بالکل عاری ہو چکے تھے۔ قرآن ان کی زندگی کی تصویر کشی یوں کرتا ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ٥ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ٥ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا ٥ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾[44]

(یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزّت نہیں کرتے اورآپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبّت رکھتے ہو۔)

رسالتمآب ﷺ نے اس جہالت زدہ معاشرے میں حقیقی خدا پرستی اور انسانی خدمت و فلاح کی تحریک بپا کی تو مشرکینِ عرب، توحید خداوندی اور خدمت انسانی کے تمام منصوبوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[45]

(اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔)

مشرکوں کی دگرگوں حالت تو ایسی ہی تھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا بالخصوص ان کے مذہبی رہنمائوں کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی۔ ان کی سرمایہ دارانہ اور استحصالی ذہنیت پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا:

---

[44]۔ سورۃ الفجر 89:17-20

Al-Qur'ān, 89:17-20

[45]۔ سورۃ یٰسٓ 36:47

Al-Qur'ān, 36:47

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الاَحبَارِ وَالرُّهبَانِ لَيَاكُلُونَ اَموَالَ النَّاسِ بِالبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ يَكنِزُونَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرهُم بِعَذَابٍ اَلِيمٍ﴾[46]

(اے ایمان والو بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی۔)

فلاح و بہبودِ انسانیت کی بجائے مال باطل طریقے سے کھانا اور اللہ کی راہ سے روکنا ان مذہبی پیشوائوں کا ایسا کارنامہ تھا جو ان کو مشرکوں کے مشابہ بنا دیتا تھا۔ اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی تھے جن کا رویہ خدا پرستی اور انسان دوستی اور انسانی فلاح و بہبود کے کاموں کے یکسر خلاف تھا۔ حالانکہ اللہ رب العزت نے ان کو نہ صرف خدا پرستی اور فلاح انسانیت کے کاموں کا حکم دیا تھا بلکہ ان سے عہد بھی لیا۔ اسی عہد کا تذکرہ سورۃ البقرۃ میں اسطرح کیا گیا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [47]

(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے اور تم روگرداں ہو)

انسانی فلاح و بہبود اور خدمت انسانی کے بغیر اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ایسی دشوار گھاٹی ہے جسے پار کیے بغیر اللہ کی رضامندی کی بلندی تک پہنچنا ممکن ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ O وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ O فَكُّ رَقَبَةٍ O أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ O يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ O أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ O ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ O أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾[48]

---

[46]۔ سورۃ التوبہ 34:9

Al-Qur'ān, 9:34

[47]۔ سورۃ البقرہ 83:2

Al-Qur'ān, 2:83

[48]۔ سورۃ البلد 90:11-18

Al-Qur'ān, 90:11-18

(پھر بے تأمّل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے کسی بندے کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا دینا رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو پھر ہوا ان سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں یہ دہنی طرف والے ہیں۔)

7۔وسعت قلبی:

وسعت قلبی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ جس بندے کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے وسعت قلبی کی دولت سے مالامال کر دیا جاتا ہے۔ اوراور اللہ جس کو اس کی بداعمالیوں کی بنا پر گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے سینے کو تنگ کر دیتے ہیں۔ جس کی بناء پر اسے حق بات قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ایسے دشوار ہو جاتا ہے جیسے آسمان کی بلندیوں میں چڑھنا۔ اس واضح حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ﴾[49]

(اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔)

جناب رسالتمآب ﷺ غزوہ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری کہنے لگا:

ما أراد لهذه القسمة وجه الله[50]

(یہ تقسیم اللہ کی رضامندی کے لئے نہیں۔)

یہ انتہائی مشکل مرحلہ تھا۔ آپ ﷺ اس الزام پر سزا بھی دے سکتے تھے۔ سخت رویہ بھی اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن وہ مردِ خلیق ﷺ کمال وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گویا ہوئے:

رحم الله موسى لقد أوذى بأكثر من هذا فصبر[51]

---

[49]۔ سورۃ الانعام 125:6

Al-Qur'ān, 6:125

[50]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، رقم الحدیث:4336

Būkhārī, Muhammad b. Ismā'īl, al-Sahīh ,Hadith 4336

[51]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، رقم الحدیث:4336

(اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے ان کو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا اور انھوں نے صبر کیا۔)

8۔ قرابت داری اور ہمسائیگی:

سماج میں انسان کا تعلق سب سے بڑھ کر اپنے اعزاء و اقرباء اور پڑوسیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ دینِ متین میں پڑوسی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ رب العزت نے رشتے داروں اور ہمسائیوں سے حسن سلوک اور ان کی اقسام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾[52]

(اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھیاور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔)

اس آیت کی تفسیر میں جناب مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربی وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل اور مسلمان ہے اور جار جنب سے غیر مسلم پڑوسی مراد ہے۔ الفاظ قرآن ان سب معانی کو متحمل ہیں اور حقیقت کے اعتبار سے بھی درجہ میں فرق ہو جانا امر معقول ہے اور معتبر ہے اور پڑوسی کے رشتہ دار یا غیر ہونے کے اعتبار سے بھی اور مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے بھی۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا مسلم ہو یا غیر مسلم، بہر حال اس کا حق ہے بقدر استطاعت کے امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے۔"

درج بالا قرآنی آیت کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمسائیوں سے متعلق جو بھی احکام ہیں یہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه.[53]

Būkhārī, Muhammad b. Ismā'īl, al-Sahīh ,Hadith: 4336

[52]۔ سورۃ النساء4:36

Al-Qur'ān, 4:36

[53]۔ مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الایمان، باب الحث علی الاکرام الجار، رقم الحدیث:74

"جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے اپنے ہمسائے کی عزت کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے۔"

قرابت داری کے حوالے سے قرآن مجید کے بحر ذخار کو دیکھا جائے تو اس سے بڑھ کر حسن قرابت داری کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 5 میں اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[54]

(آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور پارسا (پاک دامن) عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت (ضائع) گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار (نقصان اٹھانے والا) ہے۔)

9۔ انسانی جان کی حرمت:

غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات کے اصولوں میں سے ایک اصول حرمت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے نائب کا درجہ دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾[55] (میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز اور مکرم پیدا کیا ہے:

Muslim, Muslim b.Hajjāj, al-Sahīh, Maktaba al-bushrā, Karāchī_6539

[54]۔ سورۃ المائدۃ 5:5

Al-Qur'ān, 5:5

[55]۔ سورۃ البقرہ 2:30

Al-Qur'ān, 2:30

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾[56] (اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔)

کفار کے ساتھ معاشرتی برتاؤ کی بہترین مثال ہمیں اسوہ رسول ﷺ میں نظر آتی ہے۔ حدیث پاک ہے:

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا عمرو بن مرة قال سمعت عبد الرحمن بن أبي ليلى قال كان سهل بن حنيف وقيس بن سعد قاعدين بالقادسية فمروا عليهما بجنازة فقاما فقيل لهما إنها من أهل الأرض أي من أهل الذمة فقالا إن النبي ﷺ مرت به جنازة فقام فقيل له إنها جنازة يهودي فقال أليست نفسا.[57]

"سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہودی انسان نہیں ہے؟"

سورۃ التین میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾[58]

(بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔)

اگر کوئی شخص نسل انسانی کے کسی ایک فرد کو ناحق قتل کر دیتا ہے تو اللہ رب العزت کے نزدیک یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے اس قبیح فعل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾[59] (اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا۔)

---

[56]۔ سورۃ الاسرائیل 70:17

Al-Qur'«n, 17:70

[57]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام جنازۃ یہودی، رقم الحدیث: 1312
Būkhārī, Muhammad b. Ismā'īl, al-Sahīh,1312

[58]۔ سورۃ التین 4:95

Al-Qur'«n, 95:4

[59]۔ المائدہ 32:5

ناحق قتل، مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا، قرآنِ پاک دونوں کے لئے یکساں سزا تجویز کرتا ہے۔ اسکی وضاحت سورۃ النساء میں ملتی ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُه جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَه وَاَعَدَّ لَه عَذَابًا عَظِيْمًا﴾[60]

(اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار رکھا بڑا عذاب۔) انسانی جان کے تقدس کے حوالے سے یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اسلام میں کسی کی جان لینا حرام ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی جان لینا یعنی خودکشی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے نہی فرمائی:﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ﴾[61](اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو)

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "یہ آیت کریمہ کسی شخص کو ناحق قتل کرنے اور خودکشی کرنے اور خودکشی کرنے کی ممانعت پر دلیل شرعی کا حکم رکھتی ہے۔"[62]

اسلام نے جسم و جاں کے تحفظ کا حکم دیتے ہوئے تمام افرادِ معاشرہ کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ وہ بہتر صورت زندگی کو اہم جانیں اور اسکی حفاظت کریں۔ انسان کو انسان سمجھیں۔ جسے اللہ نے تکریم کی چادر پہنائی ہو اس کے ساتھ تکریم سے پیش آنا انسانیت کا حُسن ہے۔

نتائج وسفارشات

- قرآن بنی نوع انسانوں کے لئے دائمی منشور ہے۔ بین الاقوامی تعلقات و معاملات کے لئے باقاعدہ قواعد و ضوابط کی تقدیم میں اسلام کو برتری حاصل ہے۔

Al-Qur'ān, 5:32

60۔ سورۃ النساء4:93

Al-Qur'ān, 4:93

61۔ سورۃ النساء4:29

Al-Qur'ān, 4:29

62۔ رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، مکتبہ علوم اسلامیہ، اردو بازار، لاہور ج4، ص58

Rāzī, Fakhr al-Dīn Rāzī, Al-Tafsīr Al-Kabīr, Maktaba 'Ulūm Islāmiah, Lahore, Vol.4 , P.58

- قرآن سے اخذ شدہ ایسے اصول و احکام جو غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات کے حوالے سے رہنمائی کرنے والے ہیں، پر عمل پیرا ہونے سے ہمارا معاشرہ جنت نذیر بن سکتا ہے۔
- دنیا میں کفر کے اندھیرے ختم کرنے کا وسیلہ صرف قتال نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ،امن و آشتی اور دلیل سے یہ مقصد بطریق احسن حاصل ہو سکتا ہے۔
- غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ، خرید و فروخت، بیمار پرسی اور تعزیت وغیرہ کرنا جائز ہے۔
- غیر متحارب کفار سے مواسات و مدارات کی جا سکتی ہے۔جبکہ مسلمانوں کی دینی حمیت پر کوئی آنچ نہ آئے۔
- مرتدین سے کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔
- غیر مسلموں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا انہیں دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔
- غیر مسلموں سے مجرد معاملہ جیسے بیمار کی عیادت کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، یتیم کے سر پر دستِ شفقت رکھنا اور معاملات میں حسن سلوک کرنا احترامِ انسانیت کے ساتھ اسلامی اخلاق کا بھی بہترین نمونہ ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.